مرزا کی زبانی سن چکے ہیں کہ جس مشاعرہ میں ان پر اعتراضات کئے گئے، اس میں پانچ ہزار کا مجمع تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ مدرسہ کا اندرونی صحن پانچ ہزار کے لگ بھگ مجمع کے لئے "جائے تنگ است و مرد ماں بسیار" کا مصداق ہے۔ اس صحن میں اتنے بڑے مجمع کے لئے گنجائش نہیں نکل سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ مرزا غالب نے کلکتہ کا سفر جس مقصد سے کیا تھا اس میں کامیابی کا راستہ کچھ اسی طرح ہموار ہو سکتا تھا کہ فورٹ ولیم کالج کے ارباب علم و ادب سے تعلق و تعارف پیدا کیا جائے۔ لہٰذا یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ غالب فورٹ ولیم کالج سے یکسر بے تعلق رہ گئے ہوں۔ علی الخصوص جبکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ فورٹ ولیم کالج مرزا غالب کی مراجعت کے بعد بھی ایک عرصہ تک کمپنی کے ارباب بسط و کشاد کی مخالفتوں کے باوجود اپنی بیشتر روایات کے ساتھ قائم رہا۔ مثنوی باد مخالف کے نسخے جن لوگوں کے پاس گویا بطور معذرت نامہ بھیجے گئے تھے ان کے نام خود مرزا غالب نے بتا دیئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا تعلق مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ثابت نہیں اس کے برعکس مولوی کرم حسین بلگرامی فورٹ ولیم کالج کے قدیم کارپرداز نظر آتے ہیں جو اواخر مئی ۱۸۳۰ء تک یقیناً کالج کے میر منشی رہے اور یکم جون ۱۸۳۰ء سے سو روپیہ پنشن پر متعلقہ خدمت سے سبکدوش کئے گئے۔[1]

---

[1] فورٹ ولیم کالج کے عملہ میں تخفیف کا فیصلہ خط مورخہ ۲۳ر فروری ۱۸۳۰ء کی رو سے کیا گیا اور اس کا نفاذ یکم جون ۱۸۳۰ء سے عمل میں آیا۔ شعبۂ فارسی میں کرم حسین بلگرامی کے علاوہ عبدالرحیم، نذر اللہ، بدر علی معرض تخفیف میں آئے۔ شعبۂ ہندی کے تارنی چرن، میر بخش علی، مرتضیٰ خان اور شعبۂ بنگلہ کے رام کمار، اور گنگا دھر، اسی تاریخ سے سبکدوش کئے گئے۔ اور ہر ایک کی پنشن مقرر ہوگئی اور آئندہ کے لیے طے کر دیا گیا کہ کالج کا عملہ سکریٹری، اور دو اگزامنرز پر مشتمل ہوگا جس میں بہت محدود اور ناگزیر تعداد منشیوں اور پنڈتوں کی شامل ہوگی

باقی اگلے صفحہ پر

مولوی عبدالقادر رامپوری اگر دہی مفتی عبدالقادر غمگین ہیں جن کا ذکر شوق نے کیا ہے:
تو وہ بھی قطعاً کمپنی کے کارپردازانِ قدیم سے تھے۔ صرف مولوی نعمت علی عظیم آبادی کا حال کچھ نہیں کھلتا، پھر بھی کلکتہ مدرسہ سے اُن کا رشتہ جوڑنا خلاف واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ مشاعرہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے زیرِ اہتمام ہوا تھا تو مثنوی کے نسخوں کا مدرسہ سے وابستہ حضرات میں سے کسی ایک کے پاس نہ بھیج کر فورٹ ولیم کالج اور کمپنی کے راست خدمت گزاروں کے پاس بھیجنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں!

مذکورۂ بالا دلائل و وجوہ کی روشنی میں ہمیں اس عام خیال سے اتفاق کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، کہ مرزا غالب نے جس مشاعرہ میں شرکت کی تھی، وہ مدرسۂ عالیہ ولزلی اسکوائر میں منعقد ہوا تھا۔ جبکہ پیش کردہ دلائل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس مدرسۂ سرکار کمپنی میں ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار کو مشاعرہ کا اہتمام کیا جاتا تھا اس سے فورٹ ولیم کالج ہی مراد لیا جاسکتا ہے۔ بقیا

(حاشیہ) (دیکھیے: BENGAL PAST AND PRESENT: XXII, 138-141)

غالب کے قیام کلکتہ کے زمانے میں فورٹ ولیم کالج کا سکریٹری DAVID RUDDLE فارسی زبان کے شیدائیوں میں تھا۔ ۱۸۲۳ء میں اس عہدہ پر مقرر ہوا اور ۱۱ جنوری ۱۸۳۲ء میں مستعفی ہو کر یورپ چلا گیا۔ دوبارہ ایران ہو کر ہندوستان آرہا تھا کہ ۱۶ دسمبر ۱۸۳۵ء کو شیراز پہنچ کر فوت ہو گیا۔

فورٹ ولیم کالج کے لیے جو عمارت مخصوص تھی اس کا محل وقوع ڈلہوزی اسکوائر کے جنوبی سمت، کونسل ہاؤس اسٹریٹ کا ایک گوشہ تھا اسی عمارت کے بالمقابل ایک دوسری عمارت بھی کالج کی ضروریات کے لئے صرف میں لی گئی تھی اور دونوں عمارتوں کو ایک گیلری کے ذریعہ ملا دیا گیا تھا۔

ملاحظہ ہو: H. E. A. COTTON, CALCUTTA OLD AND NEW P. 231, CALCUTTA-1907

۲۴ فروری ۱۸۵۴ء کو فورٹ ولیم کالج حکماً بند کر دیا گیا اور اس کی جگہ بورڈ آف اکزامنرز قائم ہوا۔ لیکن فورٹ ولیم کالج کا نام آئندہ ایک عرصہ تک بعض ذمہ دار عہدہ داروں کی تحریروں میں نظر آتا ہے۔ ولیم ناسولیس نے فتوح الشام ازدی کا انگریزی دیباچہ یکم جولائی ۱۸۵۴ء کو لکھتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے۔ FORT WILLIAM COLLEGE, 1st JULY, 1854 دیباچہ میں مولوی کبیرالدین احمد کی امداد کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

IN THIS I WAS MUCH ASSISTED BY MAULVI KABIR UDDIN AHMED OF THE COLLEGE OF FORT WILLIAM (PREFACE, VI)

مولوی کبیرالدین احمد اور ناسولیس کے اشتراک عمل سے طلبۂ انگلو پرشین ڈپارٹمنٹ (کلکتہ مدرسہ) کے لئے ایک فارسی انتخاب بہ نام منتخب [illegible] مرتب ہوا تھا۔ اس کے انگریزی دیباچہ کے آخر میں ملتا ہے:
COLLEGE OF FORT WILLIAM, 1st SEPTEMBER, 1863

غالب اور معراج الخیال

ڈاکٹر شریف حسین صاحب قاسمی، ایم۔ اے شعبۂ فارسی، دہلی یونیورسٹی

سید میر وزیر علی عبرتی عظیم آبادی، انیسویں صدی عیسوی کے ایک برجستہ فارسی مصنفین میں سے ہیں۔ فارسی میں ان کی تقریباً سترہ تالیفات آج بھی محفوظ ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اب دستیاب نہیں ہوتیں۔ ہمیں اس وقت عبرتی کی دیگر تصانیف سے سروکار نہیں، البتہ ان کے تذکرہ "معراج الخیال" میں غالب کے ترجمہ کو پیش کرنا مقصود ہے۔

عبرتی نے دو تذکرے فارسی میں تصنیف کیے ہیں۔ ایک تذکرہ معراج الخیال[1] ہے جو فارسی شعرا کے حالات پر مشتمل ہے۔ دوسرا تذکرہ "ریاض الافکار" ہے جس میں ۱۱۳ فارسی نثر نگاروں کے ترجمے شامل ہیں "ریاض الافکار" کا مختصر تعارف نثار احمد فاروقی اپنے ایک مضمون بعنوان "غالب اور ریاض الافکار"[2] میں جو اسی موقر رسالہ کے ایک پچھلے شمارہ میں چھپا تھا، کرا چکے ہیں۔

---

(۱) ایشیاٹک سوسائٹی، شمار مخطوطہ ۴۰، یہ صاف ستھرے نستعلیق میں لکھا گیا ہے اور اس کا سائز ۸ × ۱۱ ہے۔

(۲) فاروقی صاحب کا یہ مضمون، اُن کی تصنیف "تلاش غالب" (ص ۱۹۵ - ۱۹۹) میں شامل ہے۔

معراج الخیال ۲۰۵ شعرا کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں شامل بیشتر شعرا اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر اور انیسویں صدی عیسوی کے اوائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۸۴۱ء/ ۱۲۵۷ھ میں مکمل ہوا۔ عبرتی نے اس موقع کی مناسبت سے ایک تاریخی قطعہ کہا ہے جو "معراج الخیال" میں موجود ہے اور اس قطعہ کے مندرجہ ذیل شعر میں "نظم روانی" سے یہ سنہ برآمد ہوتا ہے:

چو فکر سال ترتیبش نمودم چکید از خامہ ام نظم روانی[1]

۱۲۵۷

اس کے برخلاف عبرتی نے "ریاض الافکار" ۲-۱۸۵۱/ ۱۲۶۸ میں لکھنا شروع کیا اور اسی سال اسے مکمل کرلیا۔ یعنی "ریاض الافکار" "معراج الخیال" سے گیارہ سال بعد معرضِ وجود میں آیا۔ مزید برآں عبرتی نے غالب کے متعلق جو کچھ "معراج الخیال" میں لکھا ہے وہ مفصل تر ہے اور "ریاض الافکار" میں شامل غالب کا ترجمہ اسی کا اقتباس ہے۔

عبرتی شخصاً غالب سے نہ مل سکے لیکن عبرتی نے اپنے دونوں تذکروں میں غالب کا ذکر بہت احترام سے کیا ہے "معراج الخیال" سے پتہ چلتا ہے کہ غالب کے شاگرد خواجہ حیدر جان متخلص بشائق[2] سے عبرتی ملے تھے اور شائق نے عبرتی سے اپنے

۱۔ معراج الخیال": ورق ۸۵ الف

۲۔ ان کا نام خواجہ فیض الدین عرف حیدر جان اور تخلص شائق تھا۔ یہ جہانگیر نگر (ڈھاکہ) کے رہنے والے تھے اور ۳-۱۸۵۲/ ۱۲۶۹ میں فوت ہوئے: تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تلامذۂ غالب: (مالک رام)، مرکز تصنیف و تالیف، نکودر، ص ۱۶۸۔

استاد کی بہت تعریف وصیف کی تھی۔ لیکن یہ امر تعجب ہے کہ عبرتی اپنے دونوں تذکروں میں غالب کی جائے پیدائش "دارالسلطنۃ دہلی" بتاتے ہیں جو درست نہیں بہرحال اس طرح کا تساہل فارسی اور اُردو کے بیشتر تذکروں میں نظر آتا ہے۔

معراج الخیال میں غالب کا ترجمہ اس وجہ سے اہم ہے کہ اس میں ایک ہمعصر شاعر اور مصنف نے غالب کے ساتھ کلکتہ میں پیش آنے والے ادبی معرکہ کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اس سلسلے میں اپنی رائے دی ہے اور معترضین پر غالب کی بالادستی کا اعتراف کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ لوگ جو غالب کو مرزا قتیل پر ترجیح دیتے ہیں وہ تکلف سے کام لیتے ہیں یعنی انصاف نہیں کرتے۔

عبرتی نے کلکتہ میں رونما ہونے والے معرکہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ عبرتی اس وقعہ کے صرف تین سال بعد ۲-۱۸۳۱/۱۲۴۸ میں کلکتہ گئے تھے[1] اور ظاہر ہے کہ عبرتی نے اس واقعہ کے ردعمل کو خود مشاہدہ کیا ہوگا۔

اس کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ شائق کلکتہ اور دہلی آئے تھے اور کلکتہ میں ہی غالب سے ان کی ملاقات ہوئی[2]۔ چونکہ غالب کی کلکتہ سے واپسی کے صرف تین سال بعد عبرتی کلکتہ پہنچے تھے اور ممکن ہے کہ شائق اس عرصہ تک کلکتہ میں مقیم رہے ہوں اس لئے غالباً حیدر جان شائق سے عبرتی کی ملاقات کلکتہ میں ہوئی تھی۔

عبرتی نے غالب کی فارسی اور اردو نظم و نثر کی بہت تعریف کی ہے بہرحال "معراج الخیال" میں غالب کے ترجمہ کو یہاں نقل کیا جارہا ہے تاکہ غالب کے فن کے متعلق ان کے ایک ہم عصر کے خیالات کا علم ہو سکے: "غالب: اسم شریف آن نغز کلام، معنی تلاش، اسد اللہ خاں است: مولد حمیدہ اش خاک جوہر خیز دارالسلطنۃ دہلی، تبقریبی از شاہ جہاں آباد وارد شہر کلکتہ گشت[3] سخن فہمانِ کلکتہ

---

(۱) عبرتی نے اپنی مختصر سوانح حیات اپنی ایک تصنیف حملۂ سکندری (یانکی پور لائبریری، شمار ۲۱۹۲) میں لکھی ہے۔ (۲) تلامذۂ غالب، ص، ۱۶۸۔

(۳) غالب اپنی پنشن سے متعلق مقدمہ کی پیروی کے لیے ۱۸۲۸ء میں کلکتہ گئے تھے: ذکرِ غالب (طبع سوم) ص: ۵۷

بی ہمہ دانی آن سیف لسان نبردہ، حریفانہ آویزشی با وکردند، چون آن مغتنم روزگار خیلی سخن رس و ماہر این فن بود، کسی را از انجماعہ برخود دستی نداد، بلکہ ہمہ را مہر سکوت برلب نیسان نہاد۔ چناں چہ مختصر مسنوے کہ درمناظرہ اہل کلکتہ بنظم درآوردہ شاہد این مقال است۔ مگر بعض سخن شناسان کہ بر مرزا قتیل آن ثالی افکار رأیحسح مید ہند، خالی از تکلف نمی نماید۔ بن محرر اوراق را ہم چیزی نظم و نثر آن معنی یاب بر بیاضی بنظر درآمدہ۔ البتہ درپارسی زبان شعری از خامہ فصاحت بارش مسچکد کہ یاران ہم عصر را دل از فکر شعری سرد میکند و نثری از قلم بلاغت نگارش می ریزد کہ تنگ نگاہان این فن سپند از مردم دیدۂ بر آن می سوزند و ہمچنان در ہندی زبان ہم از خوشگویان ادا بندمی بایدش پنداشت۔ از زبان خواجہ حیدر جان متخلص بشائق کہ از شاگردان عالی گفتار باشد، شنودیم کہ خیلی وارستہ مزاج و آزادانہ طبیعت زیست فرمودی، بہر بزمی کہ تشریف دادی، پردہ گوش اہل بزم از رنگین مقالی خویش رو کش فصل بہاران ساختی۔ تادم تحریر این تذکرہ بشاہ جہان آباد بعیش و کامرانی میگذارد۔ جز این چند سطر از حال خجستہ مالش، بگوشم نخوردہ کہ زیب رقم میدادم، ازان غالب عرصہ سخندانی است "[1]۔ عبرتی نے "معراج الخیال" میں غالب کی جو غزل نقل کی ہے اس میں صرف پانچ شعر ہیں۔ اس کے برخلاف ضیاء الدین احمد خان نیر کے مرتبہ غالب کے فارسی دیوان اور نولکشور کی مطبوعہ غالب کی فارسی کلیاتِ نظم میں اس غزل کے بارہ شعر ملتے ہیں جو شعر عبرتی نے نقل کیے ہیں وہ بغیر کسی اختلاف کے ان دونوں متذکرہ دیوان اور کلیات میں موجود ہیں "معراج الخیال" میں موجود غزل ذیل میں نقل کی جا رہی ہے:

جنون مستم بفصل نوبہارم میتوان کشتن ۔۔۔ صراحی برکف و گل درکنارم میتوان کشتن
تغافلہای یارم زندہ دارد ورنہ در بزمش ۔۔۔ بجرم گریۂ بی اختیارم میتوان کشتن
جفا بر چون فنی کم کن کہ گر کشتن ہوس باشد ۔۔۔ بذوق مژدۂ بوس و کنارم میتوان کشتن
بجرم اینکہ در مستی بپایان بردہ ام عمری ۔۔۔ بکوی میفروشان در خمارم میتوان کشتن
گرفتم یار باشد بی نیاز از کشتنم غالب ۔۔۔ بدردِ بی نیازیہای یارم میتوان کشتن

(۱) یہ بیاض عبرتی کے دوست میر ذوالفقار علی نے ترتیب دی تھی: ریاض الافکار، ۱۴۷ الف۔ بحوالہ تلاش غالب، ص ۱۹۸) (۲) معراج الخیال: ۵۱ ب و ۵۲ الف۔